

نبیلہ عزیز

رقصِ بسمل

ماورا مرتضیٰ' عافیہ بیگم کی اکلوتی بیٹی ہے۔ فارہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ عافیہ بیگم اس کا (نی) سہیلیوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں کرتیں۔ اس کے علاوہ بھی اس پر بہت ساری پابندیاں لگاتی ہیں جبکہ ماورا خود اعتماد اور اچھی لڑکی ہے۔ عافیہ بیگم اکثر اس سے ناراض رہتی ہیں۔ البتہ بی گل اس کی حمایتی ہیں۔

فارہ اپنی ثمینہ خالہ کے بیٹے آفاق یزدانی سے منسوب ہے۔ دو سال پہلے یہ نسبت آفاق کی پسند سے ٹھہرائی گئی تھی مگر اب وہ فارہ سے قطعی لاتعلق ہے۔

حنو ثمینہ اور نیو کے بھائی رضا حیدر کے دو بچے ہیں۔ تیمور حیدر اور عزت حیدر۔ تیمور حیدر بزنس مین ہے اور بے حد شان دار پرسنالٹی کا مالک ہے۔ ولید رحمٰن اس کا بیسٹ فرینڈ ہے۔ اس سے حیثیت میں کم ہے مگر دونوں کے درمیان اسٹیٹس حائل نہیں ہے۔ نیو کے بیٹے سے فارہ کی بہن حسنہ بیاہی ہوئی ہے۔

عزت اپنی آنکھوں سے یونیورسٹی میں بم دھماکا ہوتے دیکھ کر اپنے حواس کھودیتی ہے۔ ولید اسے دیکھ کر اس کی جانب لپکتا ہے اور اسے سنبھال کر تیمور کو فون کرتا ہے۔ تیمور اسے اسپتال لے جاتا ہے۔ عزت کے ساتھ یہ حادثاتی ملاقات ولید اور عزت کو ایک خوشگوار حصار میں باندھ دیتی ہے۔ تاہم عزت کھل کر اس کا اظہار کردیتی ہے۔ ولید ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا۔

آفاق فون کرکے فارہ سے شادی کرنے سے انکار کرتا ہے۔ فارہ روتی ہے۔ اشتیاق یزدانی' آفاق سے حد درجے خفا ہو کر اس سے بات چیت بند کردیتے ہیں۔ آفاق مجبور ہو کر شادی پر راضی ہوجاتا ہے۔ فارہ دل سے خوش نہیں ہوپاتی۔ رضا حیدر' تیمور کو فارہ کی شادی کے سلسلے میں فیصل آباد بھیجتے ہیں۔ فارہ اپنی تاریخ میں ماورا کو بصد اصرار مدعو کرتا ہے۔

تئیسویں قسط



اس کے چہرے پہ خراشیں نظر آرہی تھیں جیسے کسی نے اس کا چہرا نوچ ڈالا ہو۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ کیا ہوا ہے ماورا۔۔۔؟" تیمور دیکھ کر ہی تڑپ گیا تھا اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

لیکن ماورا اس کے اس قدر تشویش زدہ سوال کا جواب دینے کے بجائے سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی تھی۔

"ماورا۔۔۔! میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔ کسی سے کوئی جھگڑا ہوا ہے کیا۔۔۔؟" تیمور کی پریشانی ہر بڑھتے سیکنڈ کے ساتھ بڑھ رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔! ہوا ہے جھگڑا۔۔۔" اس نے بے حد دو ٹوک سے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"کس کے ساتھ۔۔۔؟" تیمور کا سوال بڑا بے ساختہ اور حسب توقع تھا۔

"اپنے آپ کے ساتھ۔۔۔" ماورا کا جواب البتہ غیر متوقع تھا۔

"واٹ۔۔۔؟ اپنے آپ کے ساتھ۔۔۔؟" تیمور کو اچنبھا ہوا تھا۔ ماورا کی بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

"ہاں۔۔۔! اپنے آپ کے ساتھ۔۔۔ دراصل میرے چہرے پہ کسی اور کا چہرا نظر آنے لگا تھا مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔۔۔ میں نے نوچ ڈالا۔"

اس کے جواب پہ تیمور کو اس کی ذہنی حالت پہ شک گزرا تھا۔

"چہرہ نوچ ڈالا۔۔۔؟ مگر کیوں۔۔۔؟" اس کی الجھن سلجھ ہی نہیں رہی تھی۔

"بتایا تو ہے۔۔۔ میرے چہرے پہ کسی اور کا چہرہ نظر آنے لگا تھا۔" وہ ہنوز اسی طرح تھی۔

"لیکن کس کا۔۔۔؟" پھر زبان سے سوال پھسلا تھا۔

"آپ کا۔۔۔" ماورا نے یک دم سر اٹھا کر اس کے چہرے کی سمت دیکھا تھا۔

"میرا چہرہ۔۔۔؟ آپ کے چہرے پہ۔۔۔؟" تیمور مزید الجھن کا شکار ہوا تھا۔

"ہاں۔۔۔!" اس نے سرد سے لہجے میں ہاں کہا۔

"ماورا۔۔۔! مجھے لگتا ہے کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" تیمور کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس صورت حال کو کس طرح سنبھالے اور کیا کرے؟

"طبیعت ٹھیک ہی تو کرنے آئی ہوں۔" اس کی بہکی بہکی باتیں ہنوز تھیں۔

"میں سمجھا نہیں۔۔۔" اس نے ماورا کی آنکھوں میں دیکھا' وہ نظریں جھکا گئی تھی۔

"میں واپس فیصل آباد جانا چاہتی ہوں۔" اس نے یونہی نظریں جھکائے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

"واپس فیصل آباد۔۔۔؟ مگر کیوں ماورا۔۔۔؟ آپ تو یہاں جاب کے لیے۔۔۔"

"میں جاب چھوڑ کر ہی جا رہی ہوں۔" اس نے تمام فیصلے پہلے سے ہی کر رکھے تھے۔

"مگر آپ کے یہاں آنے کا کوئی مقصد تھا۔ آپ نے خود ہی تو کہا تھا؟" تیمور نے اسے جیسے کچھ یاد دلانے کی کوشش کی تھی۔

"میں اپنے ہر مقصد سے دست بردار ہونا چاہتی ہوں' میں ہر چیز کو یہاں ہی چھوڑ کر جا رہی ہوں۔" ماورا جیسے سب کچھ چھوڑنے کی بات کر رہی تھی' تیمور ویسے ویسے ٹینشن کے گھیرے میں آتا جا رہا تھا۔

"آخر کیوں۔۔۔؟ یہ تو بتائیں۔۔۔؟" تیمور جھنجلانا نہیں چاہتا تھا مگر پریشانی دیدنی تھی۔

"آپ کے اس کیوں کا جواب میرے چہرے پہ لکھا ہے۔" وہ بے حد آہستگی سے بولی تھی۔

"آپ کے چہرے پہ زخم تحریر ہیں ماورا۔۔۔ اور میں یہ زخم' یہ تحریر پڑھ نہیں سکتا۔۔۔ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے۔ پلیز۔" تیمور بے بسی سے بولا تھا۔

"بالکل اسی طرح میں بھی اپنے چہرے پہ آپ کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔۔ مجھ میں بھی اتنا حوصلہ نہیں تھا۔"

ماورا کی ہر بات عجیب اور سمجھ سے باہر تھی۔

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔۔۔؟" وہ سوال بدل بدل کر جواب اگلوانا چاہ رہا تھا۔

"جو آپ ایک سال سے کہہ کہہ کر تھک گئے ہیں۔" اس کے جواب میں اب بھی ریشم جیسی الجھن تھی۔

"میں تو ایک سال سے محبت کہہ رہا ہوں۔۔۔ کہ مجھے محبت ہے۔۔۔ محبت ہے۔۔۔ محبت ہے۔۔۔" تیمور کے لب و لہجے میں محبت کی شیرینی سی گھل گئی تھی۔

"اور مجھے دوسرے کہہ رہے ہیں کہ تمہیں محبت ہے۔۔۔ تمہیں محبت ہے۔۔۔ تمہیں محبت ہے۔۔۔" ماورا بھی اسی کے انداز میں بولی تھی۔

"کس سے۔۔۔؟" اس نے بہت بے ساختگی سے پوچھا تھا۔

"تیمور حیدر سے۔۔۔" ماورا نے ذرا توقف سے کہا تھا اور تیمور یک دم ٹھٹھک گیا تھا' لیکن پھر چند سیکنڈز کے توقف سے وہ قہقہہ لگا کر ہنسا اور پھر ہنستا چلا گیا تھا۔

اور ماورا اس کی ہنسی پہ ضبط کرتے ہوئے خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی تھی۔

"ارے۔۔۔ سچ۔۔۔؟ یہ اتنا خوب صورت اور جان لیوا خیال کس کا ہے۔۔۔؟" تیمور تو جیسے خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔

"بی گل کا۔۔۔!" ماورا نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"رئیلی۔۔۔؟ آج تو پھر میرا حق بنتا ہے کہ میں ان کا منہ چوم لوں۔" تیمور کی سرشاری اس کے لہجے اور اس کے لفظوں سے ہی ظاہر ہو رہی تھی۔

"میں مذاق نہیں کر رہی سر۔۔۔!" اس نے چبا کر کہا۔

"میں بھی مذاق نہیں کر رہا۔ مجھے واقعی ان کا خیال سن کر خوشی ہوئی ہے۔ ایسا خیال تو کبھی مجھے بھی نہیں آیا۔ اور اگر ان کو آیا ہے تو یقیناً اس کے پیچھے بھی کوئی وجہ ہوگی۔" تیمور کہتے کہتے تھوڑا سنجیدہ ہو گیا تھا' البتہ لہجہ قدرے متبسم ہی تھا۔

"وجہ جو بھی ہے۔۔۔ میں یہاں سے جا رہی ہوں۔" اس کا فیصلہ ہنوز وہی تھا۔

"یہاں سے جا رہی ہیں۔۔۔؟ مگر کیوں۔۔۔؟ اس میں میرا کیا قصور ہے۔۔۔؟ سزا مجھے کیوں دے رہی ہیں؟" تیمور نے بڑی بے چارگی کا اظہار کیا تھا۔

"میں آپ کو سزا دے نہیں رہی بلکہ سزا سے بچا رہی ہوں۔ اگر میں یہاں رہی تو آپ کے حصے میں سزا ہی آئے گی۔" ماورا نے ہمیشہ کی طرح آج بھی اسے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔

"میں نے آپ کو پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں۔۔۔ مجھے آپ کی ہر سزا قبول ہے۔۔۔ منظور ہے سب کچھ۔۔۔ بس آپ نظروں کے سامنے رہو۔" کہتے ہوئے تیمور کا لہجہ گمبھیر ہو گیا تھا اور ماورا اس کے لہجے کی آنچ سے مزید پگھلی تھی اس نے یک دم سر اٹھا کر تیمور کو دیکھا تھا۔

"میں ہر صورت یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔" ماورا کہہ کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"اوکے۔۔۔ چلی جایئے گا۔۔۔ مگر نکاح کے بعد۔۔۔" تیمور بھی کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور ماورا نے کرنٹ کھا کے اس کی سمت پلٹ کر دیکھا تھا۔

"نکاح کے بعد۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔! نکاح کے بعد۔۔۔ میں بس' آج یا کل میں ہی سب کچھ ریڈی کروا لوں گا۔" وہ اپنی کرسی کی جانب سے

نکل کر ماورا کے قریب آ گیا تھا۔ وہ ٹیبل کے پاس ہی کھڑی تھی' ایک ہاتھ ٹیبل پر ہی رکھا ہوا تھا۔

"مگر...!" ماورا نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"اب اگر مگر... کچھ بھی نہیں مس ماورا مرتضیٰ... یہ میرا دل ہے... مٹی کا کوئی کھلونا نہیں ہے کہ جب دل چاہا کھیل لیا اور جب دل چاہا اٹھا کر پھینکا اور توڑ دیا... اسے ہاتھ میں بھینچ کر دیکھو... ابھی زندہ ہے اور خوب دھڑکتا ہے۔ جس روز چپ ہو گیا پھر بے شک چلی جانا... سمجھ لینا کہ مر گیا..."

تیمور نے اس کے بے حد قریب آ کر کچھ اس طرح کہا تھا کہ ماورا اپنی جگہ پر جم سی گئی تھی۔ اسے یوں لگا جیسے تیمور اس پہ حاوی ہو رہا ہو۔

اور یہ احساس ہی اس کی تڑپ اور بے بسی کے لیے بہت تھا۔

اس نے بے اختیار تیمور کے چہرے کی سمت دیکھا تھا۔

"جایئے... گھر جایئے... اور آرام کیجیے... زخم مدھم کرنے کی کوشش کریں' دلہنوں کے چہرے صاف ہی اچھے لگتے ہیں۔"

تیمور جیسے اپنے قدموں پہ اور اپنے فیصلے پہ جم چکا تھا اور ماورا اب چاہ کر بھی اسے اس فیصلے سے پیچھے نہیں ہٹا سکتی تھی۔ وہ اپنے مردہ قدموں سے چلتی اس کے کمرے سے باہر نکل آئی تھی' مگر بہت سی سوچیں... بہت سی بے چینیاں اور بہت سی بے بسی اس کے ہمراہ تھی۔ وہ بڑی لاچار حالت میں گھر پہنچی تھی۔

☼ ☼ ☼

"امی...! امی...! دیکھیں کون آیا ہے...؟" ولید نے گھر میں داخل ہوتے ہی شور مچا دیا تھا اور عزت اس کے ایسے شور پہ اندر ہی اندر شرمندہ سی ہو گئی تھی کہ آنٹی کیا سوچیں گی؟

"کون آیا ہے بھئی...؟" زبیدہ خاتون دوپٹہ اوڑھتے ہوئے کمرے سے باہر نکلیں' لیکن عزت پہ نظر پڑتے ہی خوشی کے مارے ان کی آنکھیں چمک سی گئی تھیں۔

"ارے میری بہو آئی ہے۔" ان کا لہجہ بھی خوشی کے باعث چہک اٹھا تھا' اور وہ لپک کے عزت کے قریب آئی تھیں۔

"السلام علیکم...!" عزت نے بڑے دھیمے سے انداز میں انہیں سلام کیا تھا' مگر انہوں نے اسے گلے لگا لیا تھا۔

"صرف سلام سے کام نہیں چلے گا۔ یہاں تو بڑی شدتیں ہیں۔" ولید بال کھجاتے ہوئے کہہ کر برآمدے کی طرف بڑھ گیا تھا اور زبیدہ خاتون کے گلے ملتی عزت اس کی پشت دیکھ کر رہ گئی۔

"امی...! آپ کے بچے کہاں ہیں؟" ولید آج بڑے موڈ میں نظر آ رہا تھا۔

"کمرے میں ہوں گے... آؤ بیٹا... تم بھی اندر ہی آ جاؤ۔" زبیدہ خاتون ولید سے کہہ کر عزت کی طرف متوجہ ہوئی تھیں اور اسے ساتھ لے کر کمرے کی طرف بڑھیں' اتفاقاً ولید بھی ان کے ساتھ ہی کمرے کی طرف بڑھ آیا تھا اور اندر قدم رکھتے ہی یک دم شور مچ گیا تھا' وحید اور ککو نے پھولوں کی پتیاں نچھاور کرتے ہوئے بڑے پرزور اور بھرپور انداز میں عزت کا استقبال کیا تھا' جس پہ ولید اور عزت دونوں ہی بہت زیادہ خوش ہوئے تھے' انہوں نے ان دونوں کو سرپرائز دیا تھا۔

"السلام علیکم بھابھی...!" ککو بے اختیار آگے بڑھی تھی اور عزت نے اس کے گال پہ پیار کرتے ہوئے اسے گلے لگایا تھا۔

پھر وحید آگے بڑھا۔

"السلام علیکم...!" وہ تھوڑا جھجک رہا تھا۔

"پاس آؤ..." عزت نے شرارت سے کہا۔

"کیوں؟ کیا مجھے بھی گلے لگائیں گی...؟" اس نے شرارت کا جواب شرارت سے دیا تھا اور وہ سب بے ساختہ ہنس پڑے تھے۔

"شریر...! تمہیں تمہاری 'وہ' گلے لگائے گی..." عزت نے مسکراتے ہوئے اس کے بال بکھیرے تھے اور وحید نے توپوں کا رخ ولید کی طرف موڑ دیا تھا۔

"بھائی...! سچ بتائیں... کیا ایسا ہوتا ہے...؟" وحید نے بے حد آہستگی سے سرگوشی کی تھی۔

"ہمارے ساتھ تو ابھی تک ایسا ہوا نہیں... جب ہو گا تب ہی کچھ بتاؤں گا۔"

ولید نے کہتے ہوئے جھک کر ٹیبل پہ رکھی پلیٹ سے گلاب جامن اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تھا اور پھر سیدھے ہوتے ہوئے ذومعنی نظروں سے عزت کو دیکھا' وہ اسے گھور کر رخ موڑ گئی تھی' جس پہ وحید بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"بھابھی بیٹھیں نا...!" ککو نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"میں کہاں بیٹھوں...؟" ولید نے ادھر ادھر دیکھا' وہاں انہوں نے صرف ایک کرسی رکھی ہوئی تھی یعنی صرف عزت کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔

"ہمیں کوئی نیگ دیں... کوئی ٹریٹ دیں... کوئی پارٹی دیں تو ابھی بیٹھنے کی جگہ مل جائے گی۔" وحید آج پیش پیش تھا۔

"وحید...! تم بھی یار... کمال کر رہے ہو آج... یہ لڑکیوں والے کام تم نے کب سے شروع کر دیے؟" ولید بڑے آرام سے کہتا آگے بڑھ کے کرسی پہ بیٹھ گیا تھا اور وہ سب منہ دیکھتے رہ گئے تھے' کیوں کہ کرسی اس نے سنبھال لی تھی۔

"بھائی پلیز...! یہ بھابھی کی جگہ ہے۔" ککو منہ ہی منہ میں منمنائی تھی۔

"ارے میری جان...! بھائی ہو گا تو بھابھی ہو گی نا...؟ اس لیے پہلے میری جگہ پھر اس کی جگہ... مجھے کرسی مل گئی ہے۔ اب اس کے لیے لے آؤ..."

وہ بڑے مزے سے کرسی پر براجمان ان کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ زبیدہ بیگم مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی تھیں۔

"بھائی یہ چیٹنگ ہے۔" ککو پاؤں پٹختی ہوئی باہر نکل گئی تھی اور اس کے ساتھ وحید بھی۔ اور عزت کمرے کے بیچوں بیچ کھڑی اس کا منہ دیکھنے لگی۔

"ارے... اس سے اچھا موقع اور کہاں ملے گا...؟ دروازہ بند کر دوں...؟" ولید بے ساختہ لپک کے اٹھا تھا۔

"ولید...!" عزت یک دم بدک گئی تھی اور ولید کے قدم رک گئے تھے۔

"حکم میری جان...؟" وہ بڑے دل برانہ انداز میں اس کی طرف پلٹا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ...؟" وہ دبے لہجے میں بولی۔

"موقعے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں بس... اور تو کچھ نہیں۔" اس کا انداز ہنوز لاپروائی تھا۔

"پلیز...! میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔" اس نے ولید کو دھمکی دی۔

"میری اجازت کے بغیر اب تم کہیں بھی نہیں جا سکتیں... کمرے سے اس کمرے تک بھی نہیں۔" ولید نے رعب جمانے کی کوشش کی۔

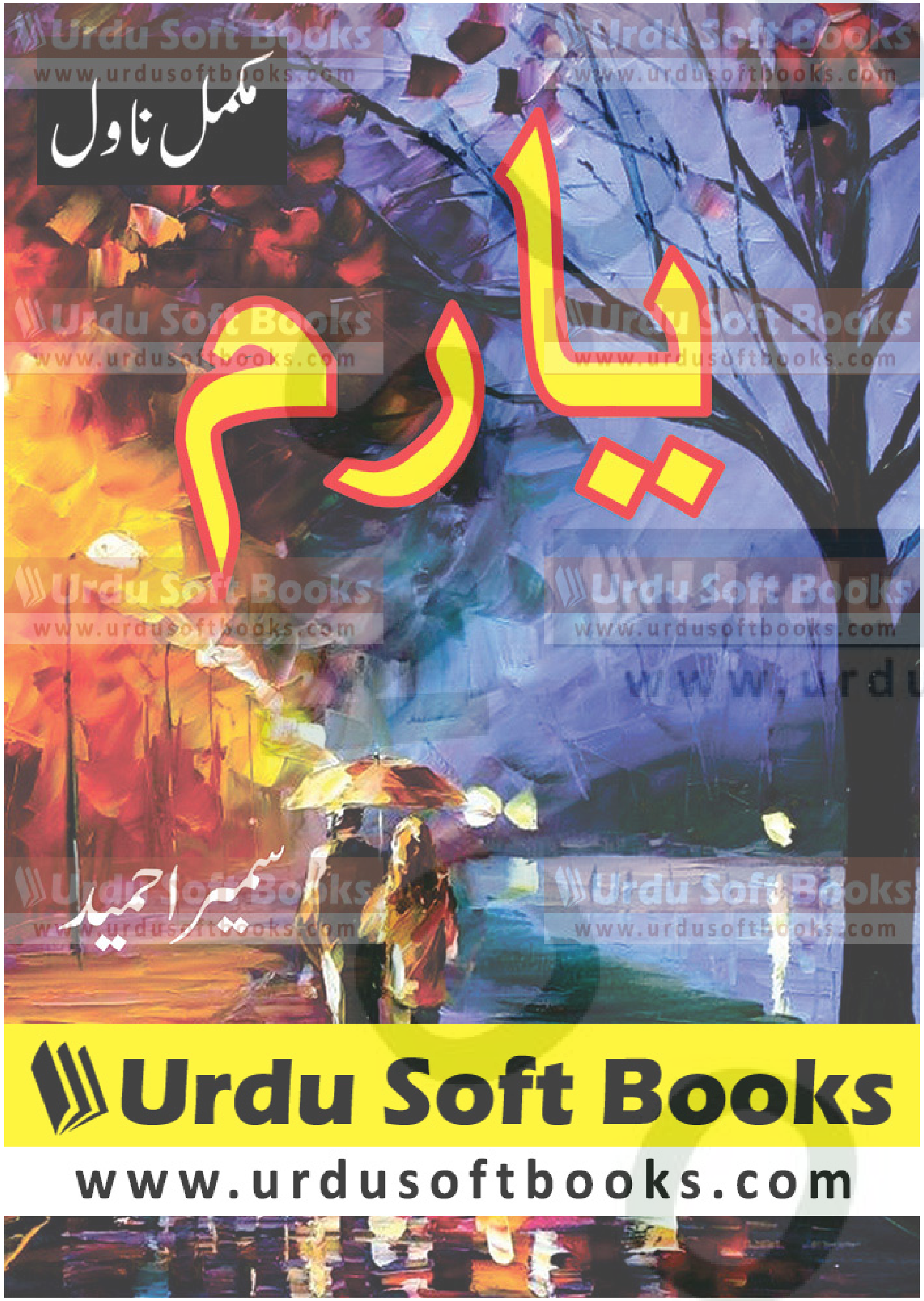
"کیوں۔۔۔؟میں کیوں نہیں جاسکتی۔۔۔؟" اس نے تنک کر پوچھا۔
"کیوں کہ تم میری بیوی ہو اور میں تمہارا شوہر۔۔۔ تم نے میرا حکم ماننا ہے۔۔۔ ہر حال میں۔۔۔؟" ولید اس کے قریب آرکا تھا عزت دو قدم پیچھے ہوگئی تھی۔
"اوہ تو بڑی جلدی شوہروں والی اصلیت سامنے آگئی۔۔۔؟" عزت بڑے استہزائیہ سے انداز میں کہتے ہوئے مسکرائی تھی۔
"ابھی کہاں۔۔۔؟ ابھی تو دروازہ کھلا ہوا ہے۔" ولید کا لہجہ اور بات معنی خیز تھے۔ عزت کو احساس ہوچکا تھا کہ وہ جان بوجھ کر پٹری بدل رہا ہے۔
"میں چلتی ہوں۔۔۔ میری ساس کے بچے ناراض ہوکر گئے ہیں۔" وہ جانے کے لیے پلٹی۔ ولید نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔
"یہ بچے بھی آپ کی ساس کا ہی ہے۔۔۔ پہلے اسے تو راضی کرلو۔" وہ اس کے کھینچنے پہ بمشکل توازن قائم رکھ پائی تھی، ورنہ سیدھی اس کے سینے سے ٹکرا جاتی۔
"ولید پلیز۔۔۔! باہر آنٹی اور بچے۔۔۔" عزت نے اسے باز رکھنے کے لیے کچھ کہنا چاہا تھا۔
"انہیں پتا ہے اندر دونوں میاں بیوی ہیں۔" اس نے اس کی کلائی مزید دبائی تھی۔
"آئندہ نہیں آؤں گی۔" اس نے منہ بسورا۔
"میں اٹھا کر لے آؤں گا۔" وہ اسے بانہوں میں بھرنا چاہتا تھا، لیکن عزت نے یک دم اسے پرے دھکیل دیا تھا۔
"اتنا آسان نہیں ہے اٹھا کرلے آنا۔۔۔ سمجھے آپ۔۔۔؟" وہ اسے پرے دھکیل کر کہتی ہوئی دروازے کی طرف بھاگی۔ اور پیچھے ولید ایک زوردار قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔
عزت کے قدم دروازے کے بیچوں بیچ آکر ٹھٹک گئے تھے اس نے پلٹ کر دیکھا وہ بڑے مزے سے کھڑا ہنس رہا تھا۔
"بس اتنی سی خود اعتمادی تھی؟" دو منٹ میں گھبرا گئیں۔۔۔؟ تمہیں پتا بھی ہے میں ایسی کوئی حرکت کرسکتا ہوں کیا۔۔۔؟" ولید بڑے سکون سے کھڑا پوچھ رہا تھا اور عزت اپنی بوکھلاہٹ پہ بے اختیار جھینپ گئی تھی۔
"آؤ بیٹھو۔ میں ان دونوں کو بھی بلا کے لاتا ہوں۔" ولید کرسی کی سمت اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گیا تھا اور عزت سر جھٹک کر مسکراتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔!

☼ ☼ ☼

پھر یوں ہوا کہ تیمور کے اگلے چند روز سکون سے گزرے تھے۔
نہ کوئی رضا حیدر کی طرف سے ایشو کھڑا ہوا تھا اور نہ ہی مادر امر تضیٰ کی طرف سے۔ اسی لیے اس کے چند دن سکون اور آزادی سے گزر گئے تھے۔
مگر آج گھر آتے ہی وہ ٹھٹک گیا تھا کیونکہ عزت اس کے انتظار میں ایک نیوز لیے بیٹھی تھی۔
"خیریت۔۔۔؟ تم کال کیوں کررہی تھیں؟" تیمور کپڑے تبدیل کرکے سیدھا اس کے کمرے میں آیا تھا۔
"بابا جان آئے تھے میرے پاس۔" عزت چہرے سے کچھ پریشان لگ رہی تھی۔
"تو پھر۔۔۔؟" تیمور نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
"دبئی کے ٹکٹ لیے ہیں انہوں نے۔ ان کے دوست احمد شیرازی کی بیٹی کی شادی ہے۔" وہ کہتے ہیں تم بھی

ساتھ چلو۔" عزت نے اپنی پریشانی کی وجہ بتائی۔
"احمد شیرازی کی بیٹی کی شادی۔۔۔؟" تیمور نے یاد کرنے کی کوشش کی۔
"ہاں شادی تو ہے۔ میں نے بھی چند روز پہلے ذکر سنا ہے۔"
"لیکن بھائی ایک ہفتے کے لیے۔۔۔؟" عزت کسی طور بھی جانے کے لیے تیار نہیں تھی۔
"ارے میری جان ڈونٹ وری۔ تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب وہ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ تم بے فکر ہوکر جاسکتی ہو۔ ویسے بھی مام بھی تو ساتھ ہوں گی۔" تیمور بڑے پرسکون انداز سے کہتا اس کے برابر ہی صوفے پہ بیٹھ گیا تھا۔
"مام کیا کرسکتی ہیں بھلا۔۔۔؟ انہیں تو گھر میں بھی خبر نہیں ہوتی کہ کیا ہورہا ہے اور کیا نہیں۔۔۔؟ وہاں کیا ہوگی۔" عزت منہ بنارہی تھی۔
"چلو ساتھ تو ہیں ناں۔۔۔؟ تمہیں کچھ تو سہارا ہوگا۔" وہ اسے تسلی دے رہا تھا۔
"لیکن بھائی! میرا جانا ضروری تو نہیں ہے۔ میں بابا کو انکار کردوں گی شام کو۔" عزت مطمئن نہیں ہورہی تھی۔
"دیکھو عزت۔۔۔! ہربات پہ انکار بھی اچھا نہیں ہوتا۔ ہم پہلے ہی جو قدم اٹھاچکے ہیں وہ بہت بڑا ہے۔ اب اپنے اس قدم کے لیے بابا جان کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ موقع اچھا ہے۔ اگر وہ کہہ رہے ہیں تو تم چلی جاؤ۔ تمہیں وہاں کوئی بھی مسئلہ نہیں ہوگا۔ میں تم سے رابطے میں رہوں گا، اور میرا ایک خاص آدمی تمہاری ہیلپ کے لیے تمہارے ساتھ ساتھ ہوگا مگر اس کا کسی کو بھی پتا نہیں چلے گا سوائے تمہارے۔ ویسے بھی وہاں جاکے وہ لوگ تمہارے ساتھ کوئی زور و زبردستی نہیں کرسکتے۔ کیونکہ یہ کام یہاں ہی ہوسکتے ہیں وہاں نہیں۔ بس تم بابا جان کو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔"
تیمور نے اسے ہر طرح سے مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔
"مگر مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کیونکہ قیام مرزا کی فیملی بھی جارہی ہے۔" اسے ہر طرف سے خدشہ تھا۔
"ارے پاگل۔۔۔! ڈر کس بات کا۔۔۔؟ میں ہوں ناں۔۔۔؟" تیمور نے اسے اپنے بازو کے گھیرے میں لے کر اپنے بھائی ہونے کا مان بخشا تھا اور چند سیکنڈز کے لیے عزت سچ مچ مطمئن اور بے فکر ہوگئی تھی۔
"تھینک یو بھائی!" وہ آہستگی سے مسکرائی۔
"ولید کو ساتھ بھیج دوں۔۔۔؟" تیمور نے اسے چھیڑا تھا اور عزت جھینپ گئی تھی۔
"پلیز!" اس کے گال گلابی ہوگئے تھے اور تیمور یک دم قہقہہ لگا کر ہنس دیا تھا۔
"اچھا۔ یہ بتاؤ جانا کب ہے۔۔۔؟" تیمور نے اس کا کندھا تھپکا۔
"پرسوں جانا ہے۔" اب وہ مطمئن تھی۔
"تو شادی کے لیے کوئی شاپنگ وغیرہ۔۔۔؟ اس کا کیا کروگی۔۔۔؟" تیمور کو اب اس کی شاپنگ کا خیال آیا تھا۔
"وہ بھی وہیں سے کرنی ہے۔ بابا جان نے کہا ہے۔" وہ منہ پھلا کے بولی تھی۔
"چلو۔ اچھی بات ہے۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتانا۔ اور ہاں۔ ولید کو بھی فون کرکے بتادینا کہ تم دبئی جارہی ہو۔"
تیمور نے صوفے سے اٹھتے ہوئے اسے تاکید کی تھی۔
"جی اچھا!" اس نے اثبات میں سر ہلادیا تھا اور تیمور کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔

☼ ☼ ☼



ولید آج اپنے ایک کیس کی رپورٹ تیار کرنے کے سلسلے میں مختلف ہسپتالوں کے چکر کاٹ رہا تھا۔ اسے ایک ہارٹ اسپیشلسٹ سے ملنا تھا اور اس ملاقات کے لیے اس نے پہلے ہی ٹائم لے رکھا تھا۔ مگر جیسے ہی وہ وہاں پہنچا اس کے قدم ڈاکٹر کے کمرے کے باہر ہی ٹھٹک کر رک گئے تھے۔ اندر ڈاکٹر کی کسی کے ساتھ میٹنگ چل رہی تھی اور جس کے ساتھ میٹنگ چل رہی تھی ولید اسے دیکھ کر ہی تو ٹھٹکا تھا۔

لیکن اندر نہیں گیا تھا' بلکہ اک طرف ہو گیا تھا اور تقریباً" دس منٹ بعد یہ میٹنگ ختم ہو گئی تھی۔ ولید اس کی پشت کو دیکھتا ڈاکٹر کے کمرے کا دروازہ بجا کر اندر آگیا تھا۔

"السلام علیکم ڈاکٹر شاہنواز صاحب۔" ولید نے بڑے پرجوش انداز میں سلام کیا تھا۔ ڈاکٹر شاہنواز اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"وعلیکم السلام ولید صاحب۔ کیسے ہیں۔؟ ڈاکٹر شاہنواز پروگرام کے حوالے سے اسے بہت پسند کرتے تھے۔

"اللہ کا بڑا کرم ہے۔ آپ سنائیں' بڑی سیریس میٹنگ چل رہی تھی۔؟" ولید نے کریدنے کی کوشش کی وہ جاننا چاہتا تھا کہ مسئلہ کیا ہے؟۔

"ہاں۔! کیس ہی کچھ ایسا ہے کہ نہ کھل کے ٹریٹ منٹ ہو رہی ہے اور نہ ہی مسئلہ حل ہو رہا ہے۔" ڈاکٹر شاہنواز اپنی بے دھیانی میں کہہ رہے تھے۔

"کیا مطلب؟" ولید الجھا۔

"مطلب کہ آفاق یزدانی کے دل میں سوراخ ہے اور اب مسئلہ بڑھ چکا ہے۔ اس لیے وہ بھی پریشان ہے اور ہم بھی۔" ڈاکٹر شاہنواز حقیقتاً" پریشان لگ رہے تھے' جبکہ ولید کے چہرے کا رنگ بھی بدل گیا تھا۔

"آفاق یزدانی کے دل میں سوراخ۔؟" وہ آہستگی سے بڑبڑایا تھا۔

"ہوں۔ بہت ہی نائس آدمی ہے۔ مگر تکلیف بہت سہہ چکا ہے۔"

"کب سے ہے یہ تکلیف۔؟" ولید کو دلی دکھ پہنچا تھا۔

"تین سال سے۔" ڈاکٹر شاہنواز فائل کھولنے لگے۔

"تین سال سے۔؟" ولید کو حیرت ہوئی۔

"ہاں۔! اور ان کی فیملی میں کسی کو خبر بھی نہیں ہے۔"

"کیوں۔؟ اتنی بڑی بیماری اور گھر والے انجان؟" حیرت در حیرت تھی۔

"کیونکہ آفاق یزدانی کے چھوٹے بھائی انیق یزدانی کی ڈیتھ بھی اسی وجہ سے ہوئی تھی' اس کے دل میں بھی سوراخ تھا' وہ بھی میرا ہی پیشنٹ تھا۔ اس کی ڈیتھ سے اس کے ماں باپ بہت ٹوٹ گئے تھے۔ اور آفاق چاہتا ہے کہ ان کو اب اس کا پتا نہ چلے۔ کیونکہ اس کی ماں جیتے جی مر جائے گی۔" ڈاکٹر شاہنواز کی بات پہ ولید کے کانوں سے دھواں سا نکل گیا تھا وہ جیسے گم صم سا ہو گیا تھا۔

اس کی نظروں کے سامنے آفاق یزدانی کا چہرہ گھوم گیا تھا۔

اور اس کے بعد فارہ کا چہرہ۔ جس کی زندگی آفاق کی زندگی سے جڑی تھی!

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)